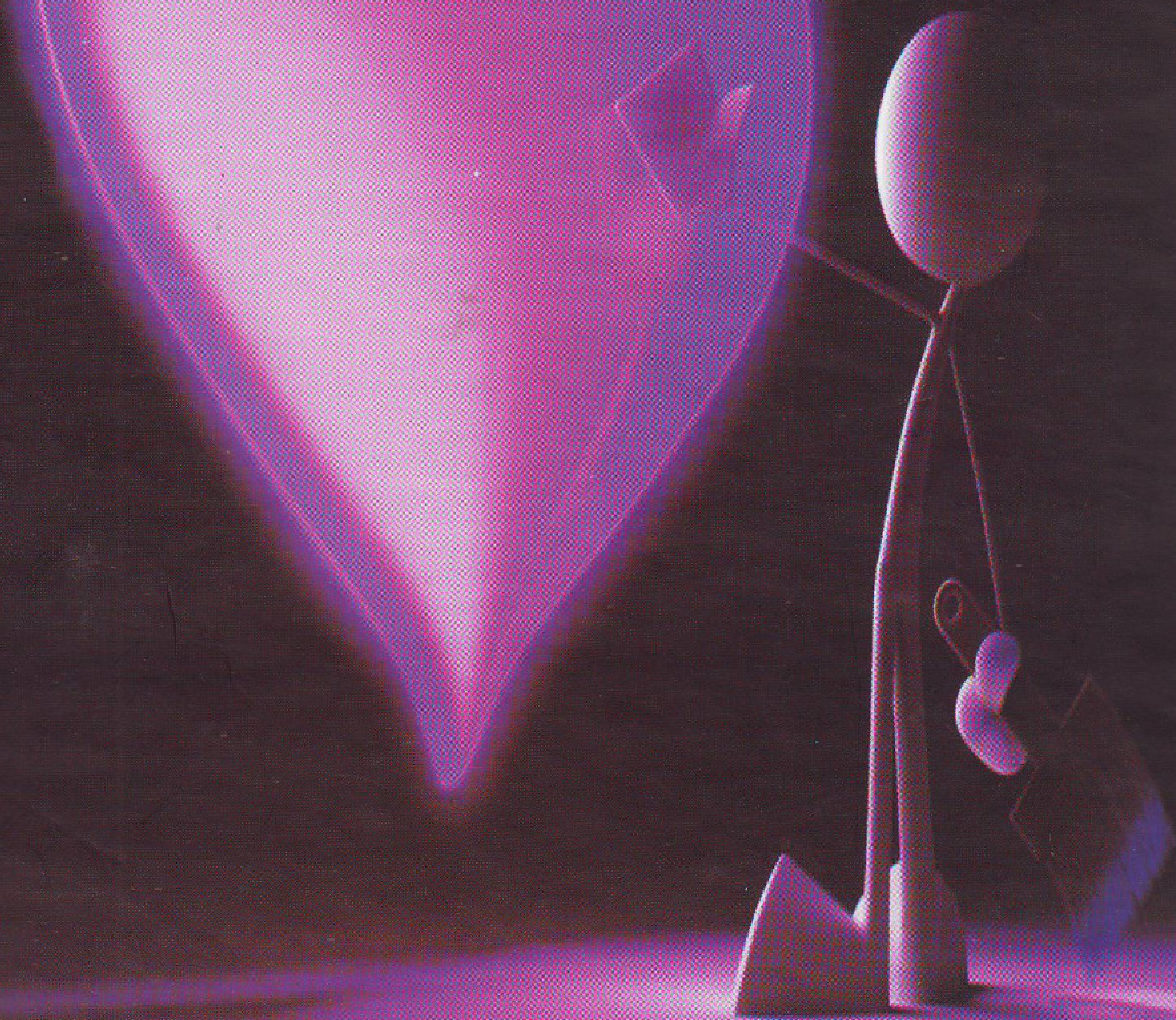
یہ کافر دل نہیں مانا



پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

یہ کافر دل نہیں مانا

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال
ایم اے انگلش، ایم اے اردو،
ایم فل (گولڈ میڈلسٹ)، پی ایچ ڈی

اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۰۰۷ء

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰۰

طابع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مشتاق پریس ملتان

قیمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۰۰ روپے

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تنویر احمد

سرورق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شہباز علی، ریگل پروسس ملتان

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

اہتمام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادب رنگ پبلی کیشنز ملتان

ملنے کا پتہ:

131۔رحمت پارک یونیورسٹی روڈ سرگودھا

فون:048-3226686, 03004489399

شاہد بخاری

651-D فیصل ٹاؤن لاہور

042-5161649, 03004855148

انتساب

صرف اپنی ذات کے نام!

جس نے بالآخر مجھے جلتی ہوئی دھوپ سے بچایا،

جب آنچل اور زلفوں کے سائے ساتھ چھوڑ گئے،

جس نے میرے اس کڑے وقت آنسو پونچھے،

جب پھول وعدے مرجھا گئے اور چٹان قسمیں ریزہ ریزہ ہو گئیں،

جب زندگی کے پلیٹ فارم پر

مجھے ویٹنگ روم سمجھنے والے، گاڑی کے آتے ہی پیچھے دیکھے بغیر

گاڑی کی جانب لپکے------

زندگی کا سفر تھا بہت ہی کٹھن، میں نے چاہا تھا کوئی میرے ساتھ ہو

دو قدم جو چلا، کر گیا آنکھ نم، میں اکیلا چلا، اے خدا اے خدا

اظہارِ تشکر

گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی کے آواخراور آٹھویں دہائی کے آخر کی ذہنی اور جذباتی کیفیت نے ''ساحلِ تشنہ لب'' کو جنم دیا۔ لگا کہ میں نے کچھ کہہ دیا ہے لیکن پھر یوں لگنے لگا کہ ابھی تو بہت کچھ کہنا ہے۔ جو کہا ہے وہ کہاں کہا ہے۔ سو ''سوالیہ نشان'' منظرِ عام پر آئی۔ لیکن پھر بھی کہنے کی خواہش کا پیٹ نہیں بھرا ''اک ہم سفر اچھا لگا'' شائع ہوئی اور اب ''یہ کافر دل نہیں مانا'' اپنی اشاعت کے مراحل میں ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کہنے کی خواہش کی طبیعت سیر ہوئی ہے یا نہیں۔ ویسے میری رائے میں کہنے کی خواہش ہمیشہ موجود رہنی چاہیے۔ جب کچھ کہنے کے لئے نہیں رہے گا، جانے ہم کہاں ہوں گے۔

یہ کوئی ۷۸-۱۹۷۷ء کی بات ہے کہ میرے ایک دوست چوہدری محمد اکبر نے بڑی محبت سے مجھے کہا تھا کہ ''اقبال صاحب آپ کے کم از کم چار شعری مجموعے ضرور شائع ہونے چاہئیں'' ایسا لگتا ہے کہ ان کی خواہش پوری ہو رہی ہے۔ اکبر صاحب کا شعروادب سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں ہے وہ ایک ایگریکلچرسٹ ہیں اور

بیچلر اور کامرس۔ لیکن وہ میرے اشعار بڑی محبت اور پیار سے سنتے تھے۔ اپنا تخلیقی عمل کسی کے سامنے پیش کرنا شاید انسانی فطرت ہے آپ اپنا فن پارہ ضرور احباب کے سامنے پیش کرتے ہیں خواہ اس کی صورت کوئی بھی ہو۔ جب میں ۲۰۰۳ء میں سرگودہا سے لاہور منتقل ہوا تو مجھے ایک بہت اچھے سامع مل گئے وہ محض سامع نہیں تھے بلکہ پاکستان کے صفِ اول کے شاعر تھے اور ہیں۔ میری مراد ہے برادرِ محترم روحی کنجاہی صاحب۔ شروع شروع میں، میں ٹاؤن شپ میں اپنے چھوٹے سے مکان میں رہائش پذیر ہوا، روحی کنجاہی صاحب پہلے ہی سے اسی محلے میں رہتے تھے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر ان سے ملاقات ہونے لگ گئی، میں جو کچھ بھی لکھتا انہیں ضرور سناتا اور ان سے درخواست کرتا کہ وہ اپنی رائے بھی دیں۔ ان کی رائے بے لاگ ہوتی جس سے مجھے بڑی مدد ملی۔ ''یہ کافر دل نہیں مانا'' کی کم وبیش تمام تخلیقات میں نے روحی صاحب کو سنائیں۔ اگرچہ میں ۲۰۰۵ء میں پھر سرگودہا منتقل ہو گیا لیکن پھر بھی میں جو کچھ بھی لکھتا رہا ہوں انہیں ٹیلی فون پر سناتا رہا ہوں اور بڑی داد بھی وصول کرتا رہا ہوں اور مشورے بھی حاصل کرتا رہا ہوں۔

اس کتاب کی اشاعت میں، میں سپاس گزار ہوں برادرِ محترم سید نسیم الغنی کا جو ایک عرصے سے مجھ سے منسلک ہیں۔ میں سپاس گزار ہوں جناب شاہد بخاری ،عبدالباسط سہیل، ڈاکٹر احمد حسن، خالد اقبال، شفیق آصف، سعید احمد بودلہ اور آتش کیانی کا بھی کہ وہ مجھے ہمیشہ مفید مشورے دیتے رہے ہیں ''یہ کافر دل نہیں مانا'' کی طباعت میں پروف ریڈنگ اور ترتیب میں اقبال نثار اور تنویر احمد کا بھی بڑا حصہ ہے ان کی عرق ریزی سے ہی یہ مشکل کام آسان ہوا۔ میں شکر گزار ہوں اپنے عزیز شاگرد شاہد اسلام

دانش کا بھی کہ انہوں نے میرے کلام کو پڑھا اور اپنی رائے کا تحریری اظہار کیا۔ شاہد اسلام دانش ایک اچھے شاعر اور ایک اچھے انسان ہیں۔ وہ انبالہ مسلم کالج میں انگریزی زبان وادب کے معلم ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

یکم مئی ۲۰۰۷ء

''یہ کافر دل نہیں مانا'' پر ایک نظر

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی ذات یوں تو ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ان کی ذات کے تمام پہلو روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔لیکن ان کی شاعری میں ان کے دل و دماغ کی تمام تر کروٹیں، شعور، تحت الشعور اور لاشعور کی تمام پیچیدگیاں اور ان کی ذات کا عقبی دیار اپنی تمام تر محشر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر دکھائی دیتا ہے۔ بظاہر بصارت کی نعمت سے محروم ہیں لیکن ان کے ذہن کے کینوس پر تمام رنگ، پھول، چاند، سورج اور فطرت کے حسیں مظاہر اس طرح پینٹ ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ گویا بصارت سے محرومی نے ان کے لئے جادو کی ایسی کھڑکیاں کھول دی ہیں جن کے دروازے سمندر کی طرف کھلنے کی بجائے روشن صبح، شام کے شفق رنگوں اور تاروں بھری راتوں کی طرف وا ہوتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اپنے اکثر اشعار میں قاری اور اپنے محبوب سے براہِ راست مخاطب ہوتے ہیں۔ تاہم ان کے اشعار میں خاص طور پر ایسی علامات ہیں جو نہ صرف ان کی اصل شخصیت کی جھلک پیش کرتی ہیں بلکہ ان کی شاعری کو ایک نیا حسن، دلکشی، آہنگ اور ترنگ عطا کرتی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر شیخ اقبال کی شاعری میں آسمان اور آسمان پر موجود مختلف اجرام

نہایت تواتر اور شدت کے ساتھ موجود ہیں۔آسمان پروفیسر شیخ اقبال کے لئے ایک ایسی حقیقت ہے جو زندگی میں مصائب وآلام کی آمد کی ذمہ دار ہے۔اگرچہ شیخ اقبال اپنی ناکامیوں اور مایوسیوں کا ذمہ دار خود اپنی ہی خامیوں کو قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس شعر سے عیاں ہے۔

ے کیا زمیں آسماں سے شکایت کریں
آپ مجرم ہمیں، بات کچھ بھی نہیں

لیکن آسمان کی طرف اس امید کے ساتھ نگاہ کرتے ہیں کہ شاید آسمان سے کچھ عنایت مل جائے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ایسے میں پروفیسر ڈاکٹر شیخ اقبال آسمان کو قسمت، مقدر یا ہارڈی (Thomas Hardy) کی طرح ایک ایسی قوت سے تعبیر کرتے ہیں جس نے انہیں خوابِ پریشاں، تاریکی اور تیرگی کے سوا کچھ نہیں دیا اور جس سے شکایت محض کارِ فضول ہے۔ایسے میں آسمان کا خود سے فاصلہ اور آفاق کے مابین زمانی اور مکانی بُعد کی بنا پر پروفیسر اقبال اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتے ہیں۔

ے کوئی پھول تھا کوئی چاند تھا، کوئی جانِ جاں کوئی دلربا
کہاں کھو گئیں سبھی صورتیں، مرے خواب سارے بکھر گئے

ے کوئی بھی تارا نہ آ کے اترا ہمارے گھر میں
ہمارے گھر میں وہی اندھیرا جو پہلے دن تھا

؎ اک ہاتھ اٹھا، سر سے فلک نوچ لے گیا
دیکھا ہے ہم نے چاند ستارے اجال کر

اگرچہ آسمان سے امیدیں پروفیسر ڈاکٹر اقبال کے لئے ثمر بار دکھائی نہیں دیتیں، تاہم آسمان پروفیسر اقبال کے لئے تاریک شب میں چاند، ستارے، چاندنی اور روشنی کی صورت میں امید اور آس کی علامتیں ضرور فراہم کرتا ہے۔ اور یہی چاند، ستارے اور کہکشائیں، پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کو زندگی کا جواز فراہم کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

؎ مرے دل میں آس کا چاند ہے، شبِ تار ہے تو ہوا کرے
ابھی ٹمٹماتی ہیں کوششیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

؎ دیکھ وہ سامنے روشنی سی کوئی
دو گھڑی اور چل حوصلہ حوصلہ!

؎ ماہ و نجوم و کہکشاں، چاروں طرف ہیں ضوفشاں
نور کی ندیاں رواں، دل کی عجیب خواہشیں

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی شاعری میں شام وسحر کی علامت بھی اپنے جلو

میں معانی کا جہاں اور جذبات واحساسات کی دنیا لئے ہوئے ہے۔ان کے اشعار میں صبح سے شام کرنا اور شام کے بعد صبح کے انتظار میں رتجگا کائناتِ زندگی کے ایسے تجربات ہیں جن کا براہِ راست تعلق زندگی کے جبر سے ہے۔ پروفیسر اقبال کے ہاں ''ہونا'' ایک عذاب سے کم نہیں ۔اور ایسے میں پروفیسر اقبال صبح تک شام چلتے رہنے اور زندگی کے اس سفر کی صعوبتیں سہنے کے جبر میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔

؎ جبرِ ہستی نے تھمنے کی مہلت نہ دی
صبح چلتے رہے ، شام چلتے رہے

؎ شب کا سارا سفر ہم نے پورا کیا
دیپ جلتے رہے، دیپ بجھتے رہے

؎ سحر کو شام کرنے کی مشقت
امیدِ فتنہ گر نے کیا دیا ہے

اس جبر سے تنگ آ کر بعض اوقات پروفیسر اقبال شعوری خود فراموشی کا اظہار کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔اس ضمن میں ان کی شاعری میں بہت سے ایسے اشعار موجود ہیں ہیں جو اس صورت حال کو تخلیقی سطح پر پیش کرتے ہیں۔لیکن ان اشعار میں ایک خاص طرح کی رمزیت نظر آتی ہے۔

ے نہ کوئی نشاں کسی صبح کا ، نہ کوئی پتہ کسی شام کا
میں ہوں بے خبر ہوئیں مدتیں، مرے خواب سارے بکھر گئے

تاہم کبھی کبھی پروفیسر اقبال اس شام وسحر کے جبر سے نکل کر ان کے حسن کو محسوس کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے میں انہیں سحر نسبتاً زیادہ پرکشش اور دلکش دکھائی دیتی ہے۔ صبح کا یہ حسن ان پر نہ صرف سرشاری اور انبساط کی کیفیت طاری کر دیتا ہے بلکہ انہیں زیست کو ایک نئے ڈھنگ اور آہنگ کے ساتھ بتانے کا حوصلہ اور جوش و ولولہ بھی عطا کرتا ہے۔

ے قسم حسنِ سحر کی ، اک توقع ساتھ تھی ورنہ
تبھی تو دن کٹا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

ے وہ جس سحر کی ملی ہیں بشارتیں دائم
اس سحر کا ہمیں انتظار آج بھی ہے

ے پھولوں سے لد گئی مری ہر شاخِ صبح و شام
پل بن گئی کلی جو ترا نام لے لیا

اگرچہ پروفیسر اقبال شاعری میں خوشی اور غم، آس اور یاس، حوصلہ اور مایوسی

ہر گام ایک دوسرے سے گلے ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کے اشعار میں بعض ایسے مقام بھی آتے ہیں جب پروفیسر صاحب خود اذیتی کی کیفیات کا سامنا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی یہ خود اذیتی روایتی شاعری کے دکھوں، غموں اور مصائب و آلام سے قطعی مختلف اور انوکھی ہے۔ اس خود اذیتی (Masochism) کی کیفیت میں پروفیسر اقبال کو غم میں تسکین اور درد میں سرشاری کی دلچسپ کیفیت کا تجربہ ہوتا ہے۔ وہ ایسی مشکلوں، کلفتوں، زخموں، آنسوؤں اور مصیبتوں سے نہ صرف لذتِ بے پایاں کشید کرتے ہیں بلکہ ان کی ٹیس کو ہمیشہ کے لئے برقرار اور محفوظ کر لینے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ ایسی کیفیت میں زخم دلکش دکھائی دیتے ہیں اور زخم مسکراتے ہیں۔ اس صورت میں پروفیسر اقبال درد کی ٹیس کو سنبھال کر رکھتے ہیں اور زندگی کی شام سے لپٹ کر آنسو بہانے کی لذت سے محظوظ ہوتے ہیں۔

ے بھی جاں نواز ہیں مشکلیں، ابھی زندگی کا جواز ہے
ابھی چارہ ساز ہیں کلفتیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

ے اک رہ گئی ہے ٹیس سی اچھے دنوں کی یاد
رکھی ہوئی ہے دیدۂ و دل میں سنبھال کر

ے اتنا برسا ہے درد کا بادل
زخم کی دل کشی کو چاٹ گیا

اب بھی تیری یادوں میں اک عجب حلاوت ہے
درد مسکراتا ہے اب بھی نام پر تیرے

مجھے تم سے لپٹ کر زندگی کی شام کرنا ہے
بڑے آنسو بہانے ہیں، تمہیں جانے کی جلدی ہے

پروفیسر ڈاکٹر شیخ اقبال کی شاعری کا ایک اور اہم وصف ان کے اشعار میں تازگی ، آہنگ اور بے ساختگی ہے ۔ پروفیسر اقبال کے اشعار میں جذبات واحساسات کا وہی بے ساختہ اظہار پایا جاتا ہے جسے بقول ولیم ورڈزورتھ (William Wordsworth) ،تنہائی کے لمحات میں سوچا اور جمع کیا گیا ہو۔اس وصف کے حامل پروفیسر اقبال کے اشعار آنکھوں کے راستے دل میں اترتے چلے جاتے ہیں اور ذہن کی تختی پر ایسے نقوش چھوڑ جاتے ہیں جن سے نہ صرف لمحہء موجود کے لئے فرحت اور انبساط کی کیفیت محسوس ہوتی ہے بلکہ ان کی یاد آنے والے وقت کے لئے اطمینان اور سکون قلب کا سامان فراہم کرتی ہے اس سلسلہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کسی کی آنکھوں میں ڈوب جانا سکون پانا
وہی ابھی تک ہے حال اپنا ، جو پہلے دن تھا

کتنا معصوم ہے مرا فنکار
اپنے ہاتھوں بنا کے بھول گیا

تپتے دن کے سر پہ بادل، ٹھنڈے دن کے سر پہ سورج
آج مگر تھا دھوپ نہ سایہ جس کے میں نے آنسو پونچھے

وہ کیٹس کی عندلیب جس میں حسین نغمے بکھیرتی تھی
مجھے وہ تسکیں کی سرزمیں دو، مجھے وہ جادو کی کھڑکیاں دو

پروفیسر محمد اقبال کی شاعری زندگی، حقیقت، حسن اور صداقت کی ایسی شاعری ہے جس میں خوشیوں اور غموں، امیدوں اور مایوسیوں، حوصلوں اور ٹوٹتے ارادوں کا رس شامل ہے۔ امید ہے کہ ان کا زیرِ مطالعہ شعری مجوعہ "یہ کافر دل نہیں مانا" ان کے تخیل، سوچ اور حسِ جمالیات کے اظہار کے لئے مزید مہمیز ثابت ہوگا اور ہم ان کے نت نئے اشعار کے ساتھ ساتھ نئے نئے شعری تجربات سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

شاہد اسلام دانش

ہزاروں اور منظر تھے تمہارے حسن سے بڑھ کر
نظر کا جی بھی للچایا، یہ کافر دل نہیں مانا

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

☆☆☆☆☆

کتنا معصوم ہے مرا فنکار
اپنے ہاتھوں بنا کے بھول گیا



چیتھڑے زیبِ تن ، بھوک سے آنکھ نم ، پھر بھی تیری ثناء ، اے خدا اے خدا !
تیز ہیں آندھیاں ، زد میں ہیں بام و در ، گھر میں بُجھتا دیا ، اے خدا اے خدا !

میں نے چاہا کہ بچوں کو تعلیم دوں ، اُن کے دل میں چراغِ حقیقت جلے
ڈگریاں عام ہیں کوئی پڑھتا نہیں ، میرا دل اٹھ گیا ، اے خدا اے خدا !

مجھ کو سچ بولنے کا جنوں سا رہا ، جانے کیا لکھ گیا ، جانے کیا کہہ گیا
جتنے پتھر تھے میرے بدن پہ پڑے ، زندگی سے گیا ، اے خدا اے خدا !

جس کو اپنا کہا ، جس کو اپنا گِنا ، آفتِ دل بنا ، شامتِ جاں بنا
میں بھرے شہر میں ، وقت کے قہر میں ، رہ گیا سوچتا ، اے خدا اے خدا !

زندگی کا سفر تھا بہت ہی کٹھن، میں نے چاہا تھا کوئی مرے ساتھ ہو
دو قدم جو چلا ، کر گیا آنکھ نم ، میں اکیلا چلا ، اے خدا اے خدا !

میں ہوں تنہا رواں ، کوئی ساتھی نہیں ، رات درپیش ہے اور لمبا سفر
بُجھ گئی ہے زمیں ، بُجھ گیا آسماں ، اب کوئی راستہ ! اے خدا اے خدا !





ابھی جاں نواز ہیں مشکلیں، ابھی زندگی کا جواز ہے
ابھی چارہ ساز ہیں کُلفتیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

کئی پھول ہیں جو کِھلے نہیں، کئی خار ہیں جو چُبھے نہیں
ابھی دل میں کتنی ہیں خواہشیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

کسی حسن کی کبھی شوخیاں، کسی عشق کی کبھی گرمیاں
سبھی دستیاب ہیں راحتیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

مرا انتظار کسی کو ہے، مجھے انتظار کسی کا ہے
کئی آہٹیں، کئی دستکیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

کبھی تیری زلف کی یاد ہے، کبھی تیرے لب کے ہیں تذکرے
ابھی ہو رہی ہیں عبادتیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

کئی فون آئے ہیں "آؤ نا"! کئی دعوتوں کے ملے ہیں خط
مری منتظر کئی محفلیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

ابھی کیا ہوں میں! یہ کھلا نہیں ، ابھی کیا ہے تو! یہ پتہ نہیں
مرے دل میں کتنی ہیں حسرتیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

مری شاخِ جاں ہے ہری ہری ، مری خواہشات کی ساحری
نئی پھول ہیں کئی کونپلیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

مرے دل میں آس کا چاند ہے ، شب تار ہے تو ہوا کرے
ابھی ٹمٹماتی ہیں کوششیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

رہِ شوق میں مری ہم سفر، کبھی صبح ہے کبھی شام ہے
کبھی قربتیں کبھی ہجرتیں، ابھی زندگی کا جواز ہے

☆☆☆



ٹھوکریں تو لگیں ہم سنبھلتے رہے
حادثے سانحے ہاتھ ملتے رہے

جبرِ ہستی نے تھمنے کی مہلت نہ دی
صبح چلتے رہے، شام چلتے رہے

ان کا جنگل تھا اور ان کا قانون تھا
جس طرح جی میں آیا بدلتے رہے

اپنے آنگن کے سارے شجر کاٹ کر
آگ برساتے موسم میں جلتے رہے

عید سا دن تھا پر ہم نے چھٹی نہ کی
کتنے ارمان دل میں مچلتے رہے

کتنے آئے، گئے، فرق کیا پڑ گیا
زندگی کے سبھی کام چلتے رہے

گرم موسم کا پھر بھی نہ شکوہ کیا
پانیوں کی طرح ہم اُبلتے رہے

شب کا سارا سفر ہم نے پورا کیا
دیپ بجھتے رہے، دیپ جلتے رہے

دیکھتا کون تھا، میں نے چوری نہ کی
مرے بچوں کے آنسو نکلتے رہے





کوئی تو گل کھلا تھا زندگی برباد تھی ورنہ
کوئی تو آسرا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

کوئی تو راستہ تھا جو ترے گاؤں کو جاتا تھا
سفر میں کیا دھرا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

کئی بے کیف لمحوں میں، حسیں ماضی کے چلمن سے
کوئی تو جھانکتا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

قسم حسنِ سحر کی اک توقع ساتھ تھی میرے
تبھی تو دن کٹا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

مجھے کچھ ہو گیا تھا کیوں بتاؤں دل کی باتیں ہیں
کوئی تو سلسلہ تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

سحر سے شام تک چکّی میں پستے دل کے آنگن میں
کوئی تو ہنس رہا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

کوئی مجھ کو جگاتا صبح دم یہ کس کو فرصت تھی
میں ازخود اُٹھ پڑا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

بس اک ہلکی سی دستک پر اٹھا اور در پہ جا پہنچا
میں اس پل جاگتا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

کبھی خلوت میں بجتا ہے کبھی جلوت میں بجتا ہے
بس اک نغمہ سنا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

اسی کے پاؤں پہ دن رات اب تک چلتا پھرتا ہوں
بس اک جملہ پڑھا تھا، زندگی برباد تھی ورنہ

☆☆☆



تو من کی سچی اے پگلی!
یہ دنیا جھوٹی، اے پگلی!

کیوں عشق کا روگ لگا بیٹھی
تو ہنستی بستی، اے پگلی!

یہ دنیا گورکھ دھندا ہے
تو سیدھی سادھی، اے پگلی!

دل منزل کوسوں دور کہیں
دوگام تو چلتی، اے پگلی!

دونوں ہیں جیون کے ساتھی
یہ سردی گرمی، اے پگلی!

کوئی خالی جھولی بھرتا ہے!
پھیلا مت جھولی، اے پگلی!

کیوں کانٹوں میں آ بیٹھی ہے
تو پھولوں جیسی اے پگلی!

یہ مَیلے مَیلے لوگ سبھی
تُو اُجلی اُجلی اَے پگلی!

تو مَن کی جوت جگاتی ہے
یہ دُنیا دھن کی اَے پگلی!





یہی لمحے سہانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے
یہی اپنے زمانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

ابھی تم نے پڑھی ہیں آنکھ کی دو چار تحریریں
ابھی دل کے فسانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

ابھی تو روح کے اور تن کے وعدے پورے کرنے ہیں
ابھی وعدے نبھانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

تمنائیں ہیں رنجیدہ بہت سے خواب برہم ہیں
ابھی روٹھے منانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

ابھی کلیوں کے ہونٹوں پر تبسم کی لکیریں ہیں
ابھی گل مسکرانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

خزانے مہر والفت کے نوازے مجھ کو قدرت نے
سبھی تم پہ لٹانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

مجھے تم سے لپٹ کر زندگی کی شام کرنا ہے
بڑے آنسو بہانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

تمہاری شاخِ رعنائی پہ فن کے پھول کھلنے ہیں
مجھے کچھ گیت گانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے

تمہارے حسنِ فن افروز سے کچھ کام لینے ہیں
ہنر کچھ آزمانے ہیں تمہیں جانے کی جلدی ہے





بہاریں مضطرب دیکھیں مرے آنسو نکل آئے
گلوں کی سسکیاں نکلیں مرے آنسو نکل آئے

وہ شاخِ حسن جس پہ گل مہکتے تھے محبت کے
اسی پر نفرتیں پھوٹیں مرے آنسو نکل آئے

نگاہِ شہر تو میں دیکھتا تھا بدلی بدلی ہے
نظر گاؤں کی جب بدلی مرے آنسو نکل آئے

وہ جس سے منصفی چاہی وہی انصاف کا قاتل
طنابیں صبر کی ٹوٹیں مرے آنسو نکل آئے

جہاں سے تھی توقع دو گھڑی ٹھنڈی ہواؤں کی
وہیں سے آندھیاں اٹھیں مرے آنسو نکل آئے

وہ جن کے دم قدم سے آبرو قائم تھی ہستی کی
انہی پہ تہمتیں برسیں مرے آنسو نکل آئے

وہ جن کا خوں پسینہ حسن کو دوبالا کرتا ہے
بدن پہ دھجیاں اوڑھیں مرے آنسو نکل آئے

زمانہ عسرت و غربت میں کس کا ساتھ دیتا ہے
ادائیں یار نے بدلیں مرے آنسو نکل آئے

ہوس کے بحرِ بے پایاں میں نفرت کے اشاروں پر
وفا کی کشتیاں ڈوبیں مرے آنسو نکل آئے



سمجھوتہ

کچھ زیادہ ہی اب اداس ہو تم
آج آنکھوں میں کچھ نمی سی ہے
خشک ہیں ہونٹ چہرہ اترا ہے
کیا کوئی یاد آ رہا ہے بہت
یادِ ماضی عذاب ہے جاناں!
یہ مگر زندگی کا حصہ ہے
جیسے شاخِ گلاب پر کانٹے
جیسے قربت کے پل میں ہجر کا
خوف
پھر بھی شاخِ گلاب زندہ ہے
پھر بھی قربت حسین لگتی ہے
اس لئے اتنا دل بُرا نہ کرو
اس لئے اس قدر ملول نہ ہو
یوں تو ہوتا ہے ایسے کاموں میں
یادِ ماضی کو یاد رہنے دو
زندگانی کا روگ مت سمجھو

تلخ وشیریں حیات ہے جاناں!
زیست کی کائنات ہے جاناں!
ہاں مگر زندگی ٹھہرتی نہیں
نت نئے خواب بُنتی رہتی ہے
نت نئے راستے نکلتے ہیں
رات کے بعد صبح ہوتی ہے
اور وہ صبح کب کی ہو بھی چکی
کوئی ہے دل جو تم پہ مِٹتا ہے
کوئی ہے آنکھ تم کو تکتی ہے
کوئی ہے جس کی زندگی میں تم
پھول ہو، چاند ہو، ستارا ہو
یادِ ماضی کا حق مسلّم ہے
وہ کہ جو تم پہ جان دیتا ہے
اس کا بھی اک حسین ماضی تھا
اس کے بھی دل نشین لمحے تھے
اب وہ ماضی ہے اور نہ لمحے ہیں
زندگانی کی آس ہے دل میں
تم جو چاہو تو اس کو جینے دو
تم جو چاہو تو وہ بھی پھر ہنس لے

اور تم کو سمیٹ لے دل میں
اور تم زندگی میں لوٹ آؤ
پھر سے تم روشنی میں لوٹ آؤ
وہ بھی ہستی سے آشنا ہو جائے
اس کو بھی کوئی آسرا مل جائے



اس قدر کیوں اداس ہو جاناں

اس قدر کیوں اداس ہو جاناں زندگی میں یہی تو ہوتا ہے
پھول کھلتے ہیں شاخ پر جیسے ان کی تقدیر میں زوال نہ ہو
صبح آتی ہے کتنے ناز کے ساتھ
ان گنت رنگ وروپ پہنے ہوئے
دن کی اپنی ہی شان ہے جاناں
ہر کہیں اس کا حکم چلتا ہے
ہر کہیں اس کا ناز وغمزہ ہے
دیکھ لو شام ہو ہی جاتی ہے
دیکھ لو مہر ڈھل ہی جاتا ہے
اور پھر شب کے ناز دیدنی ہیں
اس کی زلفوں کی شان کیا کہنے!
اس کی وہ آن بان کیا کہنے!
یہ بھی آخر گزر ہی جاتی ہے
ہر کسی کو زوال ہے جاناں
ہر کوئی موت کے مدار میں ہے
ہر گھڑی کو گزر کے رہنا ہے

اور یہ دل فریب لمحے بھی
جو تمہارے مرے نصیب میں ہیں
جن کو ہم زندگی سمجھتے ہیں
جن کے پہلو میں شب گزرتی ہے
جن کی قربت میں دن گزرتا ہے
ان کو اک روز کھو ہی جانا تھا
اس قدر کیوں اداس ہو جاناں
زندگی کا سفر پڑا ہے ابھی
پھر کوئی ہم سفر ملے گا کہیں
پھر کوئی وصل و قرب مہکے گا
یہ بھی کیا کم ہے چند لمحے تو
زندگی ہم پہ مہربان ہوئی
ان کی یادیں بھی کوئی کم تو نہیں
ان کی یادوں سے درد بہلے گا
ان کی باتوں سے درد بہلے گا
آؤ اٹھو کہیں خدا حافظ!
زندگی میں یہی تو ہوتا ہے
اس قدر کیوں اداس ہو جاناں





میرا وہمِ یقیں، بات کچھ بھی نہیں
بات کچھ بھی نہیں، بات کچھ بھی نہیں

حُسن کا آستاں، حسرتوں کا جہاں
جُھک گئی بس جبیں، بات کچھ بھی نہیں

رائیگاں سب سفر، خواب سب منزلیں
ہم کھڑے ہیں وہیں، بات کچھ بھی نہیں

مہر، بے مہریاں، جبر کے سلسلے
اے مِری نازنیں، بات کچھ بھی نہیں

میری مجبوریاں، میری معذوریاں
بن گئیں میرا دیں، بات کچھ بھی نہیں

لے اُڑا کوئی آسیب رعنائیاں
میں حسیں تو حسیں، بات کچھ بھی نہیں

کیا زمیں، آسماں کی شکایت کریں
آپ مُجرم ہمیں، بات کچھ بھی نہیں

کیا مجھے عشق کا عارضہ ہو گیا
آنکھ نَم دل حزیں، بات کچھ بھی نہیں

کون میری تباہی رقم کر گیا
من کہیں تن کہیں، بات کچھ بھی نہیں

☆☆☆



دل سکون پاتا ہے اب بھی نام پر تیرے
جھوم جھوم جاتا ہے اب بھی نام پر تیرے

ذہن اسلحہ سے لیس ، پر میرا نہتہ دل
جنگ جیت جاتا ہے اب بھی نام پر تیرے

تیرا ذکر آنکھوں سے نیند چھین لیتا ہے
رات بھر جگاتا ہے اب بھی نام پر تیرے

دل نشین یادوں کی روشنی ہے تاروں میں
چاند جگمگاتا ہے اب بھی نام پر تیرے

دل عجیب پاگل ہے کون اس کو سمجھائے
ناچتا ہے گاتا ہے اب بھی نام پر تیرے

اب بھی تیری یادوں میں اک عجب حلاوت ہے
درد مسکراتا ہے اب بھی نام پر تیرے

☆☆☆



آس تھا آس ہی کو چاٹ گیا
اک دیا روشنی کو چاٹ گیا

آگہی نے دیا تھا غم مجھ کو
اور غم آگہی کو چاٹ گیا

آدمی ہے کہیں نہ آدم زاد
آدمی آدمی کو چاٹ گیا

اتنا برسا ہے درد کا بادل
زخم کی دل کشی کو چاٹ گیا

رہ گیا صرف اپنی ذات سے پیار
وقت ہر دوستی کو چاٹ گیا

عشق تو زندگی کا ضامن تھا
عشق کیوں زندگی کو چاٹ گیا



آنکھ میں کوئی خواب کیا لکھنا
عمر بھر کا عذاب کیا لکھنا

جو اندھیروں میں مجھ کو چھوڑ گیا
اب اسے ماہتاب کیا لکھنا

آگ برساتی رت وجود مرا
شاخِ دل پہ گلاب کیا لکھنا

سب ادھوری کہانیاں چاہیں
رہ گئے ہیں جو باب کیا لکھنا

اک گھڑی آنکھ کی خوشی کے لئے
حسرتوں کا نصاب کیا لکھنا

جانِ اقبالؔ! کون مانے گا
داستانِ شباب کیا لکھنا



دل و نظر ہیں بہت بے قرار ، بس یوں ہی
کھلا ہوا ہے گلِ انتظار ، بس یوں ہی

نہ رنگ و روپ میں جادو ، نہ منظروں میں طلسم
سجا رہا ہوں میں بزمِ بہار ، بس یوں ہی

کہاں کا گیت ، کہاں کی غزل بس اتنا ہے
رلا گیا ہے مجھے کوئی پیار ، بس یوں ہی

مری غزل کا ہر اک رنگ ، تیرے حسن کا رنگ
میں لکھ رہا ہوں تجھے بار بار ، بس یوں ہی

میں جانتا ہوں کہ دل پھینک ہے نری کم بخت
میں ہو رہا ہوں نظر کا شکار ، بس یوں ہی

ہزاروں حسن مری جان کا عذاب بنے
تمہارے حسن پہ کچھ اعتبار ، بس یوں ہی

نہ کوئی ہاتھ بڑھا اور نہ کوئی لب مہکا
کچھ آگیا ہے ذرا سا قرار ، بس یوں ہی





دلِ تشنہ نظر نے کیا دیا ہے
ہمیں اس بے ہنر نے کیا دیا ہے

سوائے منزلوں کے بانجھ پن کے
ہمیں لمبے سفر نے کیا دیا ہے

یہی بس کھل کے رونے کی سہولت
مجھے اس میرے گھر نے کیا دیا ہے

سحر کو شام کرنے کی مشقت
امید فتنہ گر نے کیا دیا ہے

تمنا اور پھر مرگِ تمنا
حیاتِ مختصر نے کیا دیا ہے

نگاہِ شوق کی جھولی ہے خالی
حسیں شام و سحر نے کیا دیا ہے

مری کٹتی ہے اپنے لامکاں میں
مجھے اس بحر و بر نے کیا دیا ہے

مجھے بدنام کر ڈالا جہاں میں
مجھے اس چشمِ تر نے کیا دیا ہے

مری آنکھوں کے جگنو میرے اپنے
مجھے شمس و قمر نے کیا دیا ہے





اک گھڑی مسکرا کے بھول گیا
اک قیامت اٹھا کے بھول گیا

کتنا معصوم ہے مرا فنکار
اپنے ہاتھوں بنا کے بھول گیا

وہ کسی چاند کی تلاش میں تھا
دیپ گھر میں جلا کے بھول گیا

پھول تھا ، چاند تھا کہ نغمہ تھا
اک تمنا جگا کے بھول گیا

پوچھتا پھر رہا ہوں تعبیریں
کوئی سپنے دکھا کے بھول گیا





اے دلِ بے قرار، اے پگلے!
آنی جانی بہار، اے پگلے!

چاند تیرے جہاں سے کوسوں دور
دیکھ مت بار بار، اے پگلے!

پیار کا ساز میں نے کب چھیڑا
بج اٹھے دل کے تار، اے پگلے!

کوئی قندیل کوئی دیپ بچا
صبح کا اعتبار؟ اے پگلے!

دل زدوں کے لئے برابر ہے
پیار میں جیت ہار، اے پگلے!

کیوں عبث کھیتیاں اگاتا ہے
زیست اک ریگزار، اے پگلے!

پیار کا اک یہی مقدر ہے
انتظار، انتظار، اے پگلے!





تف یہ ہستی، تف یہ ہونا
خود ہی ہنسنا خود ہی رونا

بیت گئے پل جو جیون تھے
پل پل کا اب بوجھ ہے ڈھونا

دیدنی اپنے دل کی حالت
لاکھوں کھیلیں، ایک کھلونا

دل دھرتی کو راس نہیں ہے
اب کوئی بھی خواب نہ بونا

دل کو بس اک دل کی حاجت
دل کیا جانے چاندی سونا

پریم نگر کی ریت ہے پیارے
پانا کھونا، پانا کھونا

رات ہے لمبی، یوں کٹتی ہے!
بس بھی کر اب رونا دھونا

☆☆☆



بس ایک پل ہے ، یہی تو پل ہے ، مجھے نہ جھوٹی تسلیاں دو
مجھے بنا دو ، مجھے مٹا دو، وفا کی کچھ تو نشانیاں دو

نحیف لفظوں ، نزار جذبوں سے جانے کب سے الجھ رہا ہوں
مرے تخیل میں رنگ بھر دو ، مری غزل کو جوانیاں دو

مجھے فسانہء زندگانی بہت ہی پھیکا سا لگ رہا ہے
مری کتابِ حیات کو پھر نئی نویلی کہانیاں دو

میں بیتی گھڑیوں کے کھوج میں اب نئے سفر پہ نکل رہا ہوں
مجھے کثافت عبور کرنا ہے مجھ کو الفت کی سیڑھیاں دو

وہ کیٹس کی عندلیب جس میں حسین نغمے بکھرتی تھی
مجھے وہ تسکیں کی سر زمیں دو ، مجھے وہ جادو کی کھڑکیاں دو





چلتا بنا کہیں مجھے وعدوں پہ ٹال کر
اور ساتھ لے گیا ہے مری جاں نکال کر

اک رہ گئی ہے ٹیس سی اچھے دنوں کی یاد
رکھی ہوئی ہے دیدۂ و دل میں سنبھال کر

گرتی ہیں پوچھ کر کہیں خرمن پہ بجلیاں
آتا ہے دل کسی پہ کہیں دیکھ بھال کر

اک ہاتھ اٹھا سر سے فلک نوچ لے گیا
دیکھا ہے ہم نے چاند ستارے اجال کر

اے آگہی جنوں کی مری کچھ تو لاج رکھ
جس کا جواب ہو کوئی ایسا سوال کر

کچھ آنسوؤں کا بس ہے، نہ آہوں کا اختیار
اے انتہائے شوق تو ہی کچھ کمال کر

اک بات یاد رکھ مرے اقبالؔ میری جاں
آنکھوں سے دیکھ یا انہیں رکھ دے نکال کر





میری بگڑی کہاں اور کہاں بن گئی
شامِ نامہرباں، مہرباں بن گئی

دیکھنا تجھ کو چاہا تو آنکھیں ملیں
بولنا تجھ کو چاہا، زباں بن گئی

اب کے ساون نے ایسا نوازا مجھے
میری بنجر زمیں، گلستاں بن گئی

کوئی دل لٹ گیا، اک غزل ہو گئی
کوئی جاں سے گیا داستاں بن گئی

عمرِ رفتہ کو جس پل بھی آواز دی
میری تیرہ شبی، کہکشاں بن گئی

بوجھ لگنے لگیں اپنی آنکھیں مجھے
جب کوئی روشنی، قلب و جاں بن گئی

جب بھی کوئی حسیں ہمسفر مل گیا
یہ زمیں ساتواں آسماں بن گئی



تقدیر کا تماشا

بے وفائی کی داستاں سن کر
موسمِ گل کا سینہ چاک ہوا
لالہ و گل کی آنکھ بھر آئی
صبح نے غم کی اوڑھ لی چادر
مہر کا رنگ اڑ گیا یکسر
دن کے سولہ سنگھار ختم ہوئے
شام کی سسکیاں نکل آئیں
رات کی چیخ سی بلند ہوئی
ماہ و انجم کی جاں پہ بن آئی
ساری فطرت نڈھال تھی گویا
بے وفائی کی داستاں سن کر
پیار اک جھوٹ کا پلندہ تھا
لیلیٰ مجنوں پہ اعتبار اٹھا
ہیر رانجھا سراب تھے گویا
رومیو، جولیٹ فسانہ بنے
میں کہ جس پر یہ قہر ٹوٹا تھا

میں کہ جس نے یہ چوٹ کھائی تھی
میں کہ جس کو جلا گئی تھی حیات
میں کہ جس پہ زمین تنگ ہوئی
میں کہ جو آسماں کی زد میں تھا
میں کہ زندہ تھا اور نہ مردہ تھا
صرف تقدیر کا تماشا لگا
حسرت و یاس کا خلاصہ لگا
ہاتھ سے میرے خامہ چھوٹ گیا
میں نے الفاظ کے پٹارے کو
ایک سنڈاس کے حوالے کیا
اور نسیان کے سُمندر میں
ڈوب کر اپنی جان دے ڈالی

☆☆☆

بھوک

بھوک نے چاٹ لی حیات تمام
ساری دنیا نگل گئی کم بخت
عدل وانصاف کے تقاضوں کو
سیم وزر نے خرید رکھا ہے
وہ جو آنکھیں تھیں حسن کی جویا
جبر کی لونڈیاں ہیں اور کیا ہیں
جبر کی ہر ادا پہ مرتی ہیں
تیرگی کا طواف کرتی ہیں
لب جو گاتے تھے گیت الفت کے
نفرتوں کے مہیب دام میں ہیں
ہاتھ اٹھتے تھے جو دعاؤں کو
ہاتھ جو کارِ خیر کرتے تھے
ہاتھ جو روکتے تھے ظلم کا ہاتھ
اپنے بھوکے شکم کی خواہش پر
چاکری کر رہے ہیں وحشت کی
نوکری کر رہے ہیں نخوت کی
پاؤں اُٹھتے تھے جو خدا کے لئے

پاؤں جو آدمی کے خادم تھے
اب خداؤں کے اذن پہ رقصاں
دیوتاؤں سے حکم لیتے ہیں
وہ زبانیں جو حق کی داعی تھیں
وہ زبانیں جو سچ پہ مرتی تھیں
وہ زبانیں قصیدہ پڑھتی ہیں
تیرہ صبحوں کا تیرہ شاموں کا
زندگی موت کے ہاتھ میں ہے
آدمی خسروی کے دام میں ہے
عشق ششدر ہے حسن حیراں ہے
بھوک نے چاٹ لی حیات تمام
ساری دنیا نگل گئی کم بخت





اڑتا پھروں کہاں کہاں ، دل کی عجیب خواہشیں
کیسے ملاؤں ہاں میں ہاں ، دل کی عجیب خواہشیں

ماہ و نجوم و کہکشاں چاروں طرف ہوں ضوفشاں
نور کی ندیاں رواں ، دل کی عجیب خواہشیں

شاخِ نظر پہ کھل اٹھیں سوسن و گل کے سلسلے
گلشنِ جاں ہو نغمہ خواں ، دل کی عجیب خواہشیں

کوئی حسین ساتھ ہو ، ہاتھ میں کوئی ہاتھ ہو
وقت سدا ہو مہرباں ، دل کی عجیب خواہشیں

در پہ میں دستکیں سنوں ، دوڑوں اور اس کو کھول دوں
رقصِ نظر ہو تو وہاں ، دل کی عجیب خواہشیں

آج ہو اور ابھی ابھی ، دستِ حنائی پہ رقم
کوئی حسین داستاں ، دل کی عجیب خواہشیں





وہمِ دانش مری پیکار، چلو یوں ہی سہی
میری تقدیر میں ہے ہار، چلو یوں ہی سہی

اپنے آباء کی جنم بھومی دل و جاں سے قبول
دہر ہے درپئے آزار، چلو یوں ہی سہی

یہ بھی کیا کم ہے کہ کچھ دل سا بہل جاتا ہے
سب کی سب دستکیں بیکار، چلو یوں ہی سہی

چلچلاتی ہوئی دوپہر میں سایہ تو ملا
گرنے والی ہے یہ دیوار، چلو یوں ہی سہی

دو گھڑی عمرِ گزشتہ کو صدا ہی دے لیں
خوب تڑپے گا دلِ زار، چلو یوں ہی سہی

مجھ کو اب تک میرے فنکار نے مٹنے نہ دیا
نہیں ممکن کوئی شاہکار، چلو یوں ہی سہی





وہ جو گیت تیرے لئے لکھا، مرے کام آیا کہاں کہاں
کبھی جان کر ، کبھی بھول کر، وہی گیت گایا کہاں کہاں

میں تو اپنے گھر میں مزے سے تھا ، مجھے حادثوں نے اچک لیا
مری صبح نے ، مری شام نے، میرا گھر بنایا کہاں کہاں

مرے ساتھ ساتھ تھی روشنی ،ترے قرب کے مہ و سال کی
مجھے کتنے تیرہ نگر ملے؛ یہ دیا جلایا کہاں کہاں

وہ جو حوصلے تری دین تھے، مرے ہمسفر رہے عمر بھر
مرے اشک پونچھے کدھر کدھر ،مرا دل بڑھایا کہاں کہاں

میں نکل پڑا تھا برہنہ جاں، غمِ روز گار کی دھوپ میں
ترے پیار کا ، ترے حسن کا، گیا ساتھ سایہ کہاں کہاں

مرے روزوشب کے نصیب میں ابھی روشنی کا وجود ہے
ترے جاں نواز خلوص نے یہ دیا جلایا کہاں کہاں





نہ وہ آنکھ ہے نہ وہ مورتیں، مِرے خواب سارے بِکھر گئے
نہ فراغ ہے نہ وہ ہمتیں، مِرے خواب سارے بکھر گئے

کوئی غم رہا نہ کوئی خوشی، کوئی زندگی ہے یہ زندگی
نہ وہ دِل رہا نہ وہ چاہتیں، مِرے خواب سارے بکھر گئے

نہ کوئی نشاں کسی صُبح کا، نہ کوئی پتہ کسی شام کا
میں ہوں بے خبر ، ہوئی مدتیں، مِرے خواب سارے بِکھر گئے

کوئی پھول تھا، کوئی چاند تھا، کوئی جانِ جاں، کوئی دِلرُبا
کہاں کھو گئیں سبھی صُورتیں، مِرے خواب سارے بکھر گئے

نہ میں شہر میں نہ میں گاؤں میں، نہ میں دھوپ میں نہ میں چھاؤں میں
میرے پاس رہ گئیں حیرتیں، مِرے خواب سارے بکھر گئے

نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا نہ وہ ولولے نہ وہ حوصلے
یہ ہزیمتیں، یہ قیامتیں، مِرے خواب سارے بکھر گئے





مری نظر کا وہی تقاضا جو پہلے دن تھا
دماغ و دل کا وہی ہے سودا جو پہلے دن تھا

کسی قیامت سے کم نہیں تھیں ادائیں اس کی
وہ شخص ہم نے کبھی نہ دیکھا جو پہلے دِن تھا

کوئی بھی تارا نہ آ کے اُترا ہمارے گھر میں
ہمارے گھر میں وہی اندھیرا جو پہلے دِن تھا

کِسی کی آنکھوں میں ڈوب جانا، سکون پانا
وہی ابھی تک ہے حال اپنا جو پہلے دن تھا

اُسی کے نم سے مِری سبھی کھیتیاں ہری ہیں
مِری زمینوں پہ ابر برسا جو پہلے دِن تھا





جوسدا ہوا ہے وہی ہوا، نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا
جوچڑھا تھا مہر وہ ڈھل گیا، نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا

مری بزمِ شوق تھی کیا ہوئی، تری بزمِ ناز کِدھر گئی
نہ تجھے پتہ نہ مجھے پتہ ، نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا

مجھے اپنے کام سے کام ہے، تجھے اپنے کام سے ہے غرض
نہ تجھے گِلہ نہ مجھے گِلہ، نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا

مُجھے حادثات نِگل گئے، تو شکارِ وہم و گُماں ہُوا
کھڑا وقت رہ گیا دیکھتا، نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا

مری زِندگی بھی کتاب تھی، ترِی زِندگی بھی کتاب تھی
کہیں کام آیا لکھا پڑھا! نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا

مجھے اپنے آپ پہ ناز تھا، تجھے اپنی ذات کا زُعم تھا
جو خمار تھا وہ اُتر گیا، نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا





کوئی محشر اُٹھانا، بھول جانا
ذرا سا مسکرانا، بھول جانا

زمانے کا تقاضا، شیریں نغمے
مجھے مت گنگنانا، بھول جانا

میں اک حرفِ غلط ہوں، میری قسمت
مجھے لکھنا، مٹانا، بھول جانا

بہاروں کا یہی بس مشغلہ ہے
گلوں کو گُدگُدانا، بھول جانا

مرے سب زخم بھر جائیں گے اک دن
نہ تم دل کو لگانا، بھول جانا





میری جانِ غزل حوصلہ حوصلہ!
اور دو ایک پل حوصلہ حوصلہ!

دیکھ وہ سامنے روشنی سی کوئی
دو گھڑی اور چل حوصلہ حوصلہ!

اک بگولا سا ہے پل میں ٹل جائے گا
دیپ ہمت سے جل! حوصلہ حوصلہ!

یہ ضروری نہیں تو بدلتا رہے
نقشِ گیتی بدل! حوصلہ حوصلہ!

عقل اور ہوش سے جذبہ و جوش سے
آج بنتا ہے کل حوصلہ حوصلہ!

شوق تھکتا نہیں جوش ڈرتا نہیں
کیوں ہوئے پاؤں شل حوصلہ حوصلہ!

صبر کے باغ کا شکر کی شاخ کا
کتنا شیریں ہے پھل حوصلہ حوصلہ!

دیکھ مت کوئی آنچل کوئی سائباں
ان سے آگے نکل حوصلہ حوصلہ!





راتیں ہوئیں تری جو ترا نام لے لیا
نیندیں اُڑیں مِری جو ترا نام لے لیا

کیا کیا خیال آئے اور آتے چلے گئے
یادوں میں شب کٹی جو ترا نام لے لیا

پھولوں سے لَد گئی مِری ہر شاخِ صُبح و شام
پل بن گئی کلی جو ترا نام لے لیا

لوٹ آئیں دِل کے شہر میں پہلی سی رونقیں
بزمِ نظر سجی جو ترا نام لے لیا

روشن ہوا اِک آن میں جاں کا رُواں رُواں
قندیلِ دِل جلی جو تِرا نام لے لیا

گونج اُٹھے تیرے نام سے دیوار و دَر تمام
ہولے سے گر کبھی جو تِرا نام لے لیا

پہنچی کہاں کہاں جو تِری بات ہو گئی
اِک داستاں بنی جو تِرا نام لے لیا





زندگی ایسا لبادہ کبھی بدلا بھی نہیں
یہ لبادہ کہ مری ذات پہ پورا بھی نہیں

میں اُسے ملنے گیا ہوں نہ کبھی فون کیا
میں اُسے بھول گیا ہوں نہیں ایسا بھی نہیں

کیوں گلستان نظر آتی ہے بنجر دھرتی
ایک دو بوند پڑی کُھل کے تو برسا بھی نہیں

کیوں یہ آنکھوں سے سرِ شام ہے رِم جھم رِم جھم
اَشک کچھ دردِ تمنا کا مداوا بھی نہیں

ڈر یہی ہے کہ اندھیرے میں نہ کھو جائے حیات
میں جسے چاند سمجھتا رہا تارا بھی نہیں

چل پڑے ہو تو ذرا ٹھہرو ، کوئی پَل ٹھہرو
رنج و آلام کا دریا ابھی اُترا بھی نہیں

☆☆☆



مجھ جیسا تھا، تجھ جیسا تھا، جس کے میں نے آنسو پونچھے
درد کی اک تصویر بنا تھا، جس کے میں نے آنسو پونچھے

اس کی اداسی ایسی جیسے، شام کی زلفیں بکھری ہوئی ہوں
اُجھڑا اُجڑا سا بیٹھا تھا، جس کے میں نے آنسو پونچھے

میں جب اس سے ملتا جلتا، وہ مجھ پہ کم کم ہی کھلتا
جانے کیا کیا کچھ لگتا تھا جس کے میں نے آنسو پونچھے

شہر میں اس کی بات بڑی تھی ہر سو اس کی دھوم مچی تھی
اندر سے کتنا تنہا تھا جس کے میں نے آنسو پونچھے

تپتے دن کے سر پہ بادل ٹھنڈے دن کے سر پہ سورج
آج مگر تھا دھوپ نہ سایہ، جس کے میں نے آنسو پونچھے

ابر تھا ، تارا تھا ، نغمہ تھا ، شعر تھا، پھولوں کا موسم تھا
کچھ مت پوچھو وہ کیا کیا تھا، جس کے میں نے آنسو پونچھے

مجھ کو ایسے لگا کہ جیسے اشک مرے ہوں اس کی آنکھیں
میری طرح تھا وہ بھی اکیلا، جس کے میں نے آنسو پونچھے

میں نے کیا کیا کچھ سمجھایا ، میں نے اس کو گلے لگایا
سن لیتا تھا، ہنس دیتا تھا، جس کے میں نے آنسو پونچھے





بھولا نہیں ہر شام چلے آنا کسی کا
ہر لمحہ مجھے فون پہ بہلانا کسی کا

میں جس کے لئے ابر بنا اور کبھی دھوپ
اس کھیت کا ہر پتا ہر اک دانہ کسی کا

چاہت کا ہر اک روپ دل و جاں سے ہے منظور
میں جس کا ہوں دیوانہ وہ دیوانہ کسی کا

میں بھول گیا اپنے دل و جاں کی حکایت
اک عمر میں لکھتا رہا افسانہ کسی کا

کیا کم ہے کرم اس کا میں پیاسا نہیں رہتا
پیمانہ کسی کا، کبھی میخانہ کسی کا

پھولوں کی کہانی ہے زمانے کی کہانی
کِھل جانا کسی کا، کبھی مرجھانا کسی کا

مرنے نہیں دیتا کبھی جینے نہیں دیتا
شاخِ دلِ افسردہ پہ مسکانا کسی کا



ہجر کا موسمِ بہار

زخم کو شاخ شاخ کھلنے دو
درد بڑھنے دو اور بڑھنے دو
ہجر کے دن ہیں ہجر کی راتیں
ذکر سے اک پری شمائل کے
دیپ روشن اندھیری راتوں کے
دن کے چہرے پہ نور پھیلا ہے
دردِ الفت کی شان دوبالا
دل کی بنجر زمین پر رِم جھم
حرف کے لب پہ نغمۂ دل کش
سُر کے دریاؤں میں روانی ہے
رنگ و بو کا عجیب عالم ہے
ہجر کا موسمِ بہار نہ پوچھ
فاصلوں میں عجیب لذت ہے
دوریوں کی حلاوتوں کے مزے
حسن کی چاہتوں کا حاصل ہیں
زخم کو شاخ شاخ کھلنے دو



آہ وہ یاد

چشمِ فلک کے سارے دیپک بجھے پڑے تھے
ساری ہوائیں ساری فضائیں غم کی چادر اوڑھے پڑیں
تھیں
پھول قبائیں نوچ رہے تھے رنگ اور نور کا حال بُرا تھا
خوشبو سمٹی سمٹی کھڑی تھی، سارا منظر سوگ بنا تھا
یاد ہیں تم کو کیا وہ لمحے! لفظ تمہارے پاس نہیں تھے
لب اور عارض غم کے مارے زیست سے ہارے محوِ تکلم
ہاتھ تمہارے ہاتھ میں تھامے میں گم سم تھا
قہرِ جدائی، محشرِ فرقت، جاں پہ بنی تھی
ہم دونوں کی راہیں جدا تھیں
کس کو پتہ تھا ہم دونوں کی اور تھی منزل
کس کو خبر تھی ہم دونوں کا درد تھا اپنا
یہ قسمت تھی
ہم قسمت کے ہاتھ پکڑ کر چل نکلے تھے
تو اک جانب چل نکلی تھی میں اک جانب چل نکلا تھا
چشمِ فلک کے سارے دیپک بجھے پڑے تھے



خوبصورت بلا

پڑھنے آئی تھی اک لڑکی
پڑھ کے کہاں گئی
میں نے جو کچھ پڑھ رکھا تھا
سب کچھ بھول گیا



حادثہ

ہاتھ میں میرے کانچ کی گُڑیا، دوڑ رہا تھا تیز

رستے میں اک پتھر آیا

آنکھیں جوش میں بند

ہوش میں آیا گرا پڑا تھا

گُڑیا چکنا چور

میں بھی چکنا چور ہوا تھا

اب تک چکنا چور



لوٹس

میں نکلا تھا سیرِ چمن کو
دیکھا جو اک پھول
دیکھا جو اک پھول تو یارو
سب کچھ بیٹھا بھول



بند دروازہ

میں نے دی تھی دستک
کوئی کھولنے آئے گا
سب ہی کھولنے آئے
لیکن در تھا پھر بھی بند

☆☆☆

زندگی

ایک کتاب تھی سامنے میرے، ٹائٹل تھا دل کش
شب کو جب میں پڑھنے بیٹھا صفحے خالی تھے



وجودیت

دوسرا کون ہے؟ اک ڈراؤنا سا خواب
دوسرا کون ہے؟ زندگی کا عذاب
دوسرا کون ہے؟ میری صبح کی شام
دوسرا کون ہے؟ میرے سر پہ نیام
دوسرا کون ہے؟ اک بلا ہے کوئی
درد و آلام کا سلسلہ ہے کوئی

☆☆☆



میں تنہا ہوں، کہاں ہو جاناں!
ٹوٹ گیا ہوں، کہاں ہو جاناں!

تم نے کہا تھا رکو یہیں پر
وہیں کھڑا ہوں، کہاں ہو جاناں!

پھول میں، تارے میں، جگنو میں
ڈھونڈ رہا ہوں، کہاں ہو جاناں!

دل کا دریا خشک پڑا ہے
میں پیاسا ہوں، کہاں ہو جاناں!

تن من ہجر کی رات بنے ہیں
دستِ دعا ہوں، کہاں ہو جاناں!

آؤ اور مکمل کر دو
میں آدھا ہوں، کہاں ہو جاناں!

وقتِ بے مصرف کی صورت
بیت رہا ہوں، کہاں ہو جاناں!

ہستی کے بے سمت سفر پر
چل نکلا ہوں، کہاں ہو جاناں!

☆☆☆



ساغر و مینا پہلی محبت
جاگتا سپنا پہلی محبت

لیٹیں، سوئیں، سوتے جائیں
پھول بچھونا پہلی محبت

دل کا جاں سے، جاں کا دل سے
پہلا رشتہ، پہلی محبت

برق رگوں میں دوڑ رہی ہے
دل البیلا، پہلی محبت

آس سفینہ رواں دواں ہے
شوق کا دریا پہلی محبت

من گاتا ہے تن گاتا ہے
شیریں نغمہ پہلی محبت

پل میں سل کو دل کر ڈالے
عجب کرشمہ پہلی محبت

ہر شے انوکھی، ہر شے نرالی
خواب جزیرہ پہلی محبت

نرم و نازک شاخِ نظر پر
کونپل کھلنا پہلی محبت





جلا ہے میرا ہی آشیانہ یہی لکھا تھا
ہر ایک لب پہ میرا فسانہ یہی لکھا تھا

کوئی پیالہ میرے لبوں تک کبھی نہ پہنچے
ہر اک خطا ہو میرا نشانہ یہی لکھا تھا

سحر ہوئی تو مزاجِ گلشن بدل گیا ہے
وہ جس کا ڈر تھا وہی ہوا نا! یہی لکھا تھا

جو میں نے اپنی انا کا اک دن علم اٹھایا
مرے مقابل تھا اک زمانہ یہی لکھا تھا

میں نفرتوں کے نگر میں کرنے چلا محبت
ملا نہ مجھ کو کوئی ٹھکانہ یہی لکھا تھا

نہ صرف اپنا، بہت سے پیاروں کا سر کٹایا
کسی کے آگے نہ سر جھکانا یہی لکھا تھا

ہم اپنے خونِ جگر پہ برسوں سے جی رہے ہیں
ملے گا ہر اک کو آب و دانہ یہی لکھا تھا

کسی بہانے میں ایک دن شاخِ جاں پہ پھوٹا
سمیٹ لے گا کوئی بہانہ یہی لکھا تھا

زمانہ تم پہ حرام کر دے گا زندگی کو
کبھی نہ تم آئینہ دکھانا یہی لکھا تھا





آس پہلو میں سلائے یہ ضروری تو نہیں
خواب آنکھوں میں سجائے یہ ضروری تو نہیں

تھامنا ہے مجھے خود ہاتھ، مجھے جینا ہے
زندگی ہاتھ بڑھائے، یہ ضروری تو نہیں

سونے والو! تمہیں اب آپ ہی اُٹھنا ہو گا
کوئی گھڑیال اُٹھائے، یہ ضروری تو نہیں

یہ ضروری ہے کہ میں بزم سجائے رکھوں
وہ میری بزم میں آئے، یہ ضروری تو نہیں

حالِ دِل اس کو سُنانا میری مجبوری تھی
وہ میرا درد بٹائے، یہ ضروری تو نہیں

کوئی تو وادیء پُرہول میں تسکین بنے
ہر کوئی آئے، ڈرائے، یہ ضروری تو نہیں

کوئی تو سلطنتِ جور پہ شبخوں مارے
جور ہی خون بہائے، یہ ضروری تو نہیں

زیست کا حُسن ہے پیارے! یہ نشیب اور فراز
ہر گھڑی سر پہ بٹھائے، یہ ضروری تو نہیں





تمنا دی ، کبھی سپنا دیا ہے
تمہارے پیار نے کیا کیا دیا ہے

کہیں کلیاں کھلی ہیں آرزو کی
کہیں خوشبو بسی ہے جستجو کی
عجب خوشیوں کا گلدستہ دیا ہے
تمہارے پیار نے -- -- -- --

مرے دن رات کو اک تازگی دی
وفا کے گیت گاتی زندگی دی
دل و جاں کو نیا جذبہ دیا ہے
تمہارے پیار نے -- -- -- --

نکالا ہے جمودِ بے بسی سے
بچایا مصلحت کی بے حسی سے
نئی منزل نیا رستہ دیا ہے
تمہارے پیار نے -- -- -- --

مجھے پھر مل گیا دل کا خزانہ
لگا ہے ہاتھ پھر رنگیں زمانہ
مجھے جینے کا گُر سکھلا دیا ہے
تمہارے پیار نے -- -- -- --

میں پھر چاہت کے نغمے گا رہا ہوں
زمانے بھر کا دل بہلا رہا ہوں
رگوں میں خون پھر دوڑا دیا ہے
تمہارے پیار نے -- -- -- --





تیرا میرا پیار ہے سجنی پھولوں کی سوغات
تیرے میرے دل کے نگر میں رنگوں کی برسات

تیرے میرے دل میں بجے ہیں کتنے دلکش ساز
ان سازوں میں شامل ہے ہم دونوں کی آواز
جذبوں کا یہ میلہ ٹھیلہ جاری ہے دن رات
تیرے میرے دل کے نگر میں-------

بادِ صبا لائی ہے کہیں سے خوشبو کا پیغام
برکھا رانی لئے کھڑی ہے ہاتھوں میں دو جام
مہر و وفا کی اس نگری میں بے خود ہیں لمحات
تیرے میرے دل کے نگر میں-------

تیرے ہونٹوں کے افسانے شیریں گیت بنے
تیری آنکھوں کے میخانے سُر سنگیت بنے
تیرے پیار پہ مرمٹ جائیں گلشن اور باغات
تیرے میرے دل کے نگر میں۔۔۔۔۔۔۔

تیری زلفوں کے سائے میں چین، سکون، قرار
تیری بانہوں کے حلقے میں موسمِ گل سرشار
عجب قیامت دل پہ ڈھائیں البیلے جذبات
تیرے میرے دل کے نگر میں۔۔۔۔۔۔۔





مری معصوم چاہت بھول جانا
مری سچی محبت بھول جانا

سکوں پانا دمکتے سیم و زر میں
کبھی رنگین باتوں کے ہنر میں
مرے جذبوں کی جنت بھول جانا
مری سچی محبت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

لٹانا جان رنگیں قہقہوں پر
پگھلتے جانا جھوٹے آنسوؤں پر
دلِ سادہ کی نکہت بھول جانا
مری سچی محبت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

نہ رکھنا یاد تم کوئی بھی وعدہ
نئی چاہت کا کر لینا ارادہ
مری برسوں کی قربت بھول جانا
مری سچی محبت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

گنوا دینا جوانی دل لگی میں
مگن رہنا جہاں کی دل کشی میں
وفا کی قدر و قیمت بھول جانا
مری سچی محبت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔





دکھ درد مٹاؤ جانِ غزل!
کوئی گیت سناؤ جانِ غزل!

کچھ گیت ہوں اور کچھ غزلیں ہوں
کچھ میٹھے نغمے ہوں
کوئی بزم سجاؤ جانِ غزل!
کوئی گیت سناؤ -- -- -- --

کوئی پھول کھلاؤ چاہت کا
کوئی دیپ جلاؤ الفت کا
کوئی خواب دکھاؤ جانِ غزل!
کوئی گیت سناؤ -- -- -- -- --

میں خاک میں ملتا جاتا ہوں
میں راکھ میں ڈھلتا جاتا ہوں
مری جان بچاؤ جانِ غزل!
کوئی گیت سناؤ -- -- -- --

میں عہدِ جوانی بھول گیا
ہر ایک کہانی بھول گیا
پھر ہنس کے دکھاؤ جانِ غزل!
کوئی گیت سناؤ -- -- -- --





جب اشک بہاؤں آ جانا
جب تم کو بلاؤں آ جانا

جب رات نے مجھ کو گھیرا ہو
جب چاروں اور اندھیرا ہو
چیخوں، چلاؤں، آ جانا
جب تم کو بلاؤں -- -- -- --

جب صبحیں مجھ پر ہنستی ہوں
جب شامیں مجھ کو ڈستی ہوں
کہیں چین نہ پاؤں آ جانا
جب تم کو بلاؤں -- -- -- --

جب رنج و الم نے گھیرا ہو
جب کوئی نہ جگ میں میرا ہو
کوئی راہ نہ پاؤں آ جانا
جب تم کو بلاؤں -- -- -- --

جب شب کو تمہاری یادوں کا
اور پیاری پیاری باتوں کا
سنگیت بجاؤں آ جانا
جب تم کو بلاؤں۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

جب بات تمہاری ساز بنے
مرے جذبوں کی آواز بنے
جب تم کو گاؤں آ جانا
جب تم کو بلاؤں۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کچھ قسموں کی کچھ وعدوں کی
کچھ بھولی بسری یادوں کی
جب بزم سجاؤں آ جانا
جب تم کو بلاؤں۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

☆☆☆



تم کسی بہانے آ جانا
مرا درد بٹانے آ جانا

سیکھی ہے حکمت برسوں میں
میں نہیں ہوں ایسے ویسوں میں
تم نبض دکھانے آ جانا
مرا درد بٹانے۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

میں سپنے سنتا رہتا ہوں
تعبیریں بُنتا رہتا ہوں
کوئی خواب سنانے آ جانا
مرا درد بٹانے۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کتنے ہیں جو مجھ سے پڑھتے ہیں
دنیا میں آگے بڑھتے ہیں
پڑھنے کے بہانے آ جانا
مرا درد بٹانے-- -- -- --

تم بھی مجھ جیسی انساں ہو
دکھ درد میں تم بھی غلطاں ہو
دو اشک بہانے آ جانا
مرا درد بٹانے-- -- -- --





عشق کا اپنا مزہ ہے، تمہیں معلوم نہیں
اس کی دنیا ہی جدا ہے، تمہیں معلوم نہیں

عشق کا اپنا فلک، چاند ستارے اپنے
عشق کا اپنا سمندر ہے، کنارے اپنے
اس کا عالم ہی نیا ہے تمہیں معلوم نہیں
اس کی دنیا ہی جدا ہے-- -- -- -- --

عشق کے دم سے مری صبح ہے روشن روشن
عشق کے نم سے مری شام ہے گلشن گلشن
یہ اللہ دیں کا دیا ہے تمہیں معلوم نہیں
اس کی دنیا ہی جدا ہے-- -- -- -- --

عشق کی اپنی ہے برسات، گھٹائیں اپنی
عشق کی اپنی بہاریں ہیں، ادائیں اپنی
عشق کی اپنی فضاء ہے، تمہیں معلوم نہیں
اس کی دنیا ہی جدا ہے-- -- -- -- --

اس کی تسکین، نصیحت نہ دلاسا کوئی
درد کا اس کے مداوا نہ مسیحا کوئی
عشق کی عشق دوا ہے، تمہیں معلوم نہیں
اس کی دنیا ہی جدا ہے-- -- -- -- --





عجب میری طبیعت ہو گئی ہے
حسیں خوابوں کی عادت ہو گئی ہے

کہیں بھی اب تو جی لگتا نہیں ہے
کوئی بھی دوسرا رستہ نہیں ہے
نگاہوں سے حماقت ہو گئی ہے
حسیں خوابوں کی عادت۔۔ ۔۔ ۔۔۔ ۔۔ ۔۔

نظر میں ہر طرف گلشن ہی گلشن
گُلوں سے بھر گیا ہے دل کا دامن
کسی گُل رُو سے الفت ہو گئی ہے
حسیں خوابوں کی عادت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کسی مہوش کے دن، مہوش کی راتیں
کسی مہوش کی سوچیں، اس کی باتیں
مجھے صدیوں کی فرصت ہو گئی ہے
حسیں خوابوں کی عادت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

وہ آئے ہیں مرے گھر آپ چل کر
محبت کے حسیں پیکر میں ڈھل کر
مہرباں مجھ پہ قسمت ہو گئی ہے
حسیں خوابوں کی عادت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

مری آواز میں بھی زندگی ہے
مرے اب ساز میں بھی زندگی ہے
یہ کیا مجھ پر عنایت ہو گئی ہے
حسیں خوابوں کی عادت۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔





ہر بات پرانی بھول گئے
آئی تھی جوانی بھول گئے

جب تم مہکے تھے جیون میں
جب پھول کھلے تھے من تن میں
وہ شام سہانی بھول گئے
آئی تھی جوانی۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کب تن پگھلا تھا یاد نہیں
کب من سلگا تھا یاد نہیں
جذبوں کی کہانی بھول گئے
آئی تھی جوانی ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کوئی حسن کا جلوہ یاد نہیں
کوئی عشق کا شعلہ یاد نہیں
ہر پیار نشانی بھول گئے
آئی تھی جوانی -- -- -- --

کیا جانے کہتے رہتے ہیں
کیا جانے سنتے رہتے ہیں
لفظوں کے معانی بھول گئے
آئی تھی جوانی -- -- -- --





پھولوں کا تبسم، کبھی بلبل کی نوا ہے
دنیا سے نرالی تری ہر ایک ادا ہے

فطرت نے تجھے چاند ستاروں سے سجایا
پھر تجھ کو مری جاں، مری تقدیر بنایا
دریا کی روانی ہے کبھی بادِ صبا ہے
دنیا سے نرالی -- -- -- --

کیا رنگ ہے کیا روپ ہے دیکھا نہیں جاتا
اک حسن کہ افسوں ہے، سمجھ میں نہیں آتا
تاروں سے بھری رات کہ ساون کی گھٹا ہے
دنیا سے نرالی -- -- -- --

محفل میں تری رقص کناں لگتی ہے ہستی
ہنستی ہوئی لگتی ہے دل و جان کی بستی
محفل میں تری ساغر و مینا کا مزا ہے
دنیا سے نرالی -- -- -- --

تو کیا ہے مری جان ، تجھے کیسے بتاؤں
الفاظ کا جادو ، مری جاں کیسے جگاؤں
تو حسن کی دیوی ہے ، تری بات جدا ہے
دنیا سے نرالی -- -- -- --





میں ہر اک راہ سمجھتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں
ہر قدم پوچھ کے رکھتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں

رنگ و بو اور لطافت مری کمزوری ہیں
میں ہر اک پھول پہ مرتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں

کوئی آنچل کوئی بادل کہیں مل جاتا ہے
میں سدا دھوپ میں جلتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں

ایک دو خواب ہیں ، آنکھوں میں سجا رکھے ہیں
میں فقط خواب ہی بُنتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں

مرے دامن میں بھی کچھ پھول ہیں، کچھ کلیاں ہیں
دور سے شاخ کو تکتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں

کچھ محاذوں کی مجھے یاد ہے پسپائی بھی
میں ہر اک جنگ میں جیتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں

گر ضروری ہو نئی راہ بنا لیتا ہوں
ہر گھڑی راہ بدلتا ہوں، نہیں یوں بھی نہیں





ملن کی شاخوں پہ مسکرانا، نہ تیرے بس میں، نہ میرے بس میں
گھڑی کے پہیے کو موڑ لانا، نہ تیرے بس میں، نہ میرے بس میں

یہ ہجر صبحیں، فراق شامیں، نصیب مہرو وفا ازل سے
یہ دوریاں، فاصلے مٹانا، نہ تیرے بس میں، نہ میرے بس میں

یہ تند آندھی روایتوں کی، یہ تیز طوفان نفرتوں کے
محبتوں کے دیئے جلانا، نہ تیرے بس میں، نہ میرے بس میں

حسین صبحیں، حسین شامیں ، بیاضِ جاں پہ رقم ہیں جاناں!
حسین لمحوں کو بھول جانا ، نہ تیرے بس میں ، نہ میرے بس میں

چلو کہ منزل کو بھول جائیں ، یہ دو قدم کا سفر بہت ہے
یہ سنگ دل بے خبر زمانہ ، نہ تیرے بس میں، نہ میرے بس میں

جو آج رُت ہے وہی ہے اپنی ، وہی ہے دل کش ، وہی حسیں ہے
گئی رتوں کا سراغ پانا ، نہ تیرے بس میں نہ میرے بس میں





جہانِ فِکر و نظر بے قرار آج بھی ہے
ہر ایک قلب و نظر سوگوار آج بھی ہے

تمام شہر نے پہنا ہے مصلحت کا لباس
تمام شہر غرض کا شکار آج بھی ہے

تمام خواب کہیں لے اُڑا ہے فکرِ معاش
ترے جمال کی صُبحِ بہار آج بھی ہے

جہاں میں آج بھی قوت کا بول بالا ہے
قبائے عدل یہاں تار تار آج بھی ہے

وہ جِس سحر کی مِلی ہیں بشارتیں دائم
اُسی سحر کا ہمیں انتظار آج بھی ہے

بٹی ہے ساری خدائی غلام و آقا میں
ہر ایک شہر کا اِک شہریار آج بھی ہے

امیرِ شہر کے ہاتھوں میں عدل کی میزان
بِنائے ظُلم و سِتم پائیدار آج بھی ہے

کسی کے حُکم سے ہوتی ہیں قسمتیں تحریر
کسی کے ہاتھ میں سب اِختیار آج بھی ہے

کوئی انارکلی آج بھی تڑپتی ہے
کوئی سلیم کہیں بے قرار آج بھی ہے

تمام رنگ ہیں اُس کے تمام رُوپ اُس کے
حسیں ہر ایک سے سرمایہ دار آج بھی ہے

زر و زمین کی خواہش، یہ حُسنِ لالہ رُخاں
ہر اِک فساد کی جڑ اِن کا پیار آج بھی ہے

☆☆☆



فریب دل کشی ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے
فسونِ دلبری ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے

کھڑا ہوں ساحلِ ہستی پہ تنہا سوچ میں غلطاں
یہ بحرِ زندگی ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے

رگوں میں دوڑتی ہے خون بن کر، بجلیاں بن کر
یہ دل میں آگ سی ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے

مجھے جینے نہیں دیتا مجھے مرنے نہیں دیتا
یہ جرمِ بے بسی ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے

مجھے سب کاروبارِ زندگی بے سود لگتا ہے
یہ زُعمِ آگہی ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے

اگر سب کچھ اندھیرا ہے اگر سب کچھ ہے تاریکی
ہجوم روشنی ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے

مرے دل کی حماقت ہے کہ میری چشم کا دھوکا
حقیقت حسن کی ہے کیا ؟ خدا جانے خدا جانے





طویل شب میں شبِ مختصر کی باتیں ہیں
سحر نہ جانے کہاں ہے سحر کی باتیں ہیں

سحر کی آس پہ میں شب کو شب کا نام نہ دوں
میرے مسیحا میرے چارہ گر کی باتیں ہیں

میں اپنے نام کی تختی لگا نہیں سکتا
یہ میرا گھر ہے، میرے اپنے گھر کی باتیں ہیں

زمیں پہ ٹوٹ پڑا آسمان مغرب کا
ہمارے دور کے علم و ہنر کی باتیں ہیں

تمہارے دین پہ ایماں، میں لا نہیں سکتا
تمہارے دین میں بس، سیم و زر کی باتیں ہیں

ہمارے شہر میں جنگل کا دور لوٹ آیا
ستم کا راز ہے خوف و خطر کی باتیں ہیں

اسے تو ایک ہی صورت دکھائی دیتی ہے
نظر پہ کیا ہو بھروسہ، نظر کی باتیں ہیں

دلِ گداز سے پوچھو وہی بتائے گا
یہ شہر شہر فقط، خیر و شر کی باتیں ہیں

میں سنتے سنتے کہاں سے کہاں نکل آیا
بڑی عجیب میرے راہبر کی باتیں ہیں





ہر کوئی جبر کے دام میں ہے پھنسا
کیا شکایت کریں کیا ہو کوئی گلہ

بار ہا پڑھ لیا ، بار ہا سن لیا
کوئی ملتا نہیں داستاں کا سرا

سب اڑا لے گیا گھر کا مال و متاع
کوئی تھا آشنا مجھ کو ایسا لگا

خواب میں بھی وہی بے سکوں روز و شب
دو گھڑی سو گیا جاگتا جاگتا

کوئی پیچھے سے آواز آتی رہی
مڑ کے تکنے کا مجھ میں تھا کب حوصلہ

اتنا لمبا سفر اس قدر بے ثمر
اپنی جاں سے گیا بھاگتا بھاگتا

ہم تو نازاں تھے اپنی فتوحات پر
ہم کو گنگ کر گیا تجزیہ قہقہہ

میری تقدیر میں لُو مئی جون کی
چل کہیں اور چل! جا کے بادِ صبا

مانتا ہوں کہ میں سست ہوں دوستو!
تم کو کیا مل گیا تم نے کیا پا لیا

کتنا خونخوار ہے بھڑیا ان دنوں
الاماں الاماں اے خدا اے خدا





تمہیں کچھ کام کرنا چاہیے تھا
دل و جاں سے گزرنا چاہیے تھا

یہ کیا اک پھول پہ آنکھیں جما لیں
تمہیں گلشن پہ مرنا چاہیے تھا

وہ دن جس کے لئے سب دن بنے تھے
اسی میں رنگ بھرنا چاہیے تھا

یہ ممکن تھا کہ اس کی آنکھ پڑتی
بہت بننا سنورنا چاہیے تھا

وہ دل جو زندگانی بانٹتا ہے
اسی دل میں اترنا چاہیے تھا

کھڑے ساحل پہ تم کیا سوچتے ہو
سمندر پار کرنا چاہیے تھا

بہت تاریک راتیں ہو گئی ہیں
کوئی تارا ابھرنا چاہیے تھا

یہ کیا کیلیں، مہاسے، داغ دھبے
رخِ انساں نکھرنا چاہیے تھا

اگر تھا پیار تو اظہار کرتے
نہ یوں گھٹ گھٹ کے مرنا چاہیے تھا

تمہیں اقبال دنیا نے رگیدہ
ارے! کچھ تو سدھرنا چاہیے تھا





پھلے پھولے گی الفت دیکھ لینا!
زمیں ٹھہرے گی جنت دیکھ لینا!

ہنر سے جن کے جشنِ رنگ و بو ہے
ملے گی ان کو عظمت دیکھ لینا!

یہ دنیا ایک گھر بن کر رہے گی
ملے گی سب کو عزت دیکھ لینا!

کھڑے ہونگے سبھی پھر ایک صف میں
بدل جائے گی حالت دیکھ لینا!

نہ ہونگے ہونٹ پر بلبل کے نالے
سنور جائے گی قسمت دیکھ لینا!

سبھی بچھڑے ہوئے پھر آ ملیں گے
سجے گی بزمِ الفت دیکھ لینا!

مرے گھر میں پھر اترے گا سویرا
یہ ہوگی رات رخصت دیکھ لینا!

خود اپنے ہاتھ میں تقدیر ہو گی
کرے گی کام ہمت دیکھ لینا!



تعارف

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ایم اے انگلش، ایم اے اردو، ایم فل (گولڈ میڈلسٹ)، پی ایچ ڈی، سابق پروفیسر یونیورسٹی آف سرگودہا، سابق پروفیسر یونیورسٹی آف دی پنجاب لاہور، صدر پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ سرگودہا ڈسٹرکٹ، صدر تھنکرز فورم فار سوشل اپ لفٹ لاہور ڈسٹرکٹ، مدیر ماہنامہ ''سفید چھڑی''۔

پیدائش 15 مارچ 1945ء بمقام کرنال مشرقی پنجاب، آٹھ سال تک عام سکول میں تعلیم پائی اور پھر بینائی ضائع ہوگئی، ان گنت مشکلات کے باوجود انہوں نے اپنا تعلیمی سفر انتہائی کامیابی سے جاری رکھا، تعلیمی وظائف حاصل کئے اور تعلیمی اداروں میں اعلیٰ پوزیشنز حاصل کیں۔ بڑے اعتماد اور حوصلے کے ساتھ عملی زندگی میں قدم رکھا، ان کی جدو جہد مشکلات و مصائب سے دوچار لاکھوں افراد کے لئے مینارۂ نور ہے۔ وہ انگریزی میں ایم اے کرنے والے پہلے نابینا پاکستانی ہیں، پاکستان بھر میں بطور لیکچرار متعین ہونے والے پہلے فرد ہونے کا اعزاز بھی انہی کو حاصل ہے، نابیناؤں کی تحریک پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ کے ایک مدت کے لئے بیک وقت ضلعی، صوبائی اور مرکزی صدر منتخب ہوئے۔ مرکزی وزارتِ ثقافت نے انہیں زبان وادب کی خدمات کے اعتراف میں توصیفی سند سے نوازا۔ انہیں سکاؤٹنگ کا صدارتی ایوارڈ بھی عطا کیا گیا اور محکمہ سماجی بہبود نے ان کی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل دیا۔ تعلیمی میدان میں ان کی کارکردگی بے بصر حضرات کے لئے تحریک

کا باعث ہے کہ انہوں نے ایم فل میں گولڈ میڈل حاصل کیا اور (Impact of British Poets on Iqbal) کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا، ان کی غزلیات پر مبنی معروف گلوکاروں کی آواز میں دو البم منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ وہ علمی، ادبی جریدے ماہنامہ ''سفید چھڑی'' کے بانی مدیر ہیں، وہ بے بصر افراد کے لئے ہی خدمات سرانجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ اپنے علاقہ رحمت پارک کی ویلفیئر سوسائٹی کے صدر کے طور پر گراں بہا خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں تابش اکیڈمی کے نام سے ایک پرائیویٹ ادارہ بھی ان کی سرپرستی میں شہر بھر کے بچوں اور بچیوں کے لئے تعلیمی سہولیات فراہم کرتا رہا ہے، گزشتہ 24 سال سے ''بزمِ فکروخیال'' کے پلیٹ فارم سے، جس کے وہ بانی صدر ہیں۔ علم وادب کی آبیاری میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کرر ہے ہیں۔

خاندانی تفصیلات:

ان کا تعلق ایک معزز گھرانے سے ہے، ان کے والد ماجد جناب شیخ اللہ دیا گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب اور گورنمنٹ ہائی سکول سرگودہا میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اور تحریکِ پاکستان میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے اہم کردار ادا کیا۔ پروفیسر شیخ محمد اقبال ایک کامیاب گھریلو زندگی گزار رہے ہیں، تین بچوں کے باپ ہیں، آپ کا بیٹا تابش اقبال ایک ملٹی نیشنل کمپنی پاکستان سیمنٹ فیکٹری میں بطور سینئر انجینئر فرائض سرانجام دے رہا ہے، آپ کی بیٹی کوکب اقبال گورنمنٹ کالج کوٹ رادھا کشن لاہور میں انگریزی کی لیکچرار اور کشور اقبال ساہیوال سرگودہا کے ایک

سکول میں سرمدرس ہیں۔

موجودہ سرگرمیاں:

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ہمیشہ نئے طور اور نئی برقِ تجلی کے خواہاں رہے ہیں انہوں نے گزشتہ 30۔35 سالوں سے بے بصر حضرات کی تعلیم و تربیت کے لئے 131۔ رحمت پارک یونیورسٹی روڈ سرگودھا میں ادارہ قائم کر رکھا ہے اور ایک ہمہ جہتی سکول نیو سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں قائم ہے، وہ لاہور میں بھی تھنکرز فورم فار سوشل اپ لفٹ کے تحت معذورین اور مستحقین کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال شاعری کے علاوہ موسیقی سے بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ الغرض ان کی پوری زندگی ایک مشن اور ایک نہ ختم ہونے والا جذبہ ہے تاکہ زندگی کو اس کے باسیوں کے لیے ایک خوب صورت اور قابلِ برداشت جگہ بنایا جا سکے۔

مطبوعہ کتب: (شاعری):

1۔ساحلِ تشنہ لب (1982)

2۔سوالیہ نشان (پہلا ایڈیشن) (1989)

3۔سوالیہ نشان (دوسرا ایڈیشن) (1993)

4۔اک ہم سفر اچھا لگا (1998)

5۔تلاوتِ دل (مجموعہ حمد و نعتؐ) (1998)

6۔Love's no Crime (2005)

تنقید:

1۔جان ڈن شخصیت اور شاعری (1993)

2۔اقبال بحضور اقبال (1999)

3۔جان کیٹس شخصیت اور شاعری (2001)

نثر:

1۔ذوقِ تماشا (1993)

2۔جہانِ مہ و پرویں (1997)

3۔دیدۂ دل (1998)

4۔کب رات بسر ہوگی (2001)

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال سے متعلق کتب

1۔ماہنامہ سفید چھڑی کا پروفیسر شیخ اقبال نمبر (1999)

2۔ماہنامہ سفید چھڑی کا پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی نظم ونثر سے انتخاب نمبر (2005)

3۔بیاضِ دل (2005)

4۔ماہنامہ رشحات لاہور کا پروفیسر ڈاکٹر شیخ اقبال نمبر (2007)

انعامات واعزازات

1۔سکاؤٹنگ میں خدمات کے اعتراف میں ''صدارتی ایوارڈ''

2۔سماجی خدمات کے اعتراف میں پنجاب سوشل سروسز ایوارڈ

3۔''ستارۂ سماج'' منجانب پاکستان سوشل ایسوسی ایشن

4۔''نشانِ خدمت'' منجانب ینگ سرونٹس ویلفیئر سوسائٹی

5۔''پنجاب انجم ایوارڈ'' منجانب: انجم آرٹ سوسائٹی وقاسم آرٹ سوسائٹی

6۔تین ایوارڈ منجانب: ایڈیٹرز کونسل سرگودہا

(شیلڈ، گولڈ میڈل، شاہین ایوارڈ)

7۔تین شیلڈز منجانب: یونیورسٹی آف دی پنجاب لاہور

8۔شیلڈ منجانب: گورنمنٹ کالج سرگودہا

9۔شیلڈ منجانب: قائدِ اعظم لاء کالج سرگودہا

10۔عمدہ کارکردگی پر قائدِ اعظم گولڈ میڈل منجانب برائٹ فیوچر سوسائٹی

ایس اے فاؤنڈیشن لاہور۔